یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آفاق کے ہر ہر گوشے میں قرآں سنا کر دم لینا

اب رکنا نہیں اب تھمنا نہیں فردوس میں جا کر دم لینا

عنوان: جمعۃ المبارک

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور اس کے تقاضے

بفیضانِ نظر

پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَتَبَارَكَ فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ!

اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ.

"یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے"۔ (الاحزاب:6)

محبت ایسا جوہر ہے جو تمام قلوبِ حیوانی میں رکھا گیا ہے، محبت ہر انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانوروں کے دلوں میں بھی محبت کا جوہر رکھا گیا ہے کائنات میں کشش ہی محبت کی وجہ سے ہے۔ محبت خالقِ کائنات کا نور ہے اور پیغمبرِ انسانیت ﷺ کا منشور بھی ہے، محبت.... تخلیقِ کائنات کا محرک ہے اور حسنِ کائنات کا جوہر بھی، محبت.... نظمِ کائنات کا محور ہے اور شخصیتِ انسانی کا زیور بھی۔ محبت.... کیفیات کا بحرِ بیکراں ہے اور جذبات کا سیلِ رواں بھی۔ محبت.... امنِ عالم کی ضمانت ہے اور ایمان واسلام کی علامت بھی۔ محبت.... علم و عمل کا مقصود ہے اور عبادت وریاضت کا نچوڑ بھی۔

یہ محبت تو کائنات کی تخلیق کے آغاز سے ہی تخلیق کی جاچکی تھی محبت کے بارے میں بہت سے لوگوں نے لکھا لیکن "**شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال**" نے اس محبت کے بارے کیا خوب لکھا:

عروس شب کی زلفیں تھیں ابھی ناآشنا خم سے
ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذت رم سے

قمر اپنے لباس نو میں بیگانہ سا لگتا تھا
نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئین مسلم سے

ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے ابھری ہی تھی دنیا
مذاق زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے

کمال نظم ہستی کی ابھی تھی ابتدا گویا
ہویدا تھی نگینے کی تمنا چشم خاتم سے

سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیا گر تھا
صفا تھی جس کی خاک پا میں بڑھ کر ساغر جم سے

- لکھا تھا عرش کے پائے پہ اک اکسیر کا نسخہ
  چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشم روح آدم سے
- نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیا گر کی
  وہ اس نسخے کو بڑھ کر جانتا تھا اسم اعظم سے
- بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب
  تمنائے دلی آخر بر آئی سعی پیہم سے
- پھرایا فکر اجزا نے اسے میدان امکاں میں
  چھپے گی کیا کوئی شے بارگاہ حق کے محرم سے
- چمک تارے سے مانگی چاند سے داغ جگر مانگا
  اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلف برہم سے
- تڑپ بجلی سے پائی حور سے پاکیزگی پائی
  حرارت لی نفس ہائے مسیح ابن مریم سے
- ذرا سی پھر ربوبیت سے شان بے نیازی لی
  ملک سے عاجزی افتادگی تقدیر شبنم سے
- پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں
  مرکب نے محبت نام پایا عرش اعظم سے۔

تو محبت فطرتِ انسانی میں رکھ دی گئی پھر انسان مختلف ذوات سے محبت کرتا ہے، مختلف انسانوں کی محبت مختلف انسانوں سے ہوتی ہے لیکن ہم جس جہت سے بھی دیکھیں اللہ کے رسول ﷺ سب سے زیادہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔

مَحبت کی اقسام:

طبعی محبت:

بعض انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے محبت طبع میں موجود ہوتی ہے طبیعت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس بندے سے محبت کی

جائے۔ جس طرح کہ والدین اور اولاد کی محبت ، یہ محبت تو انبیاء علیہم السلام کے پاکیزہ قلوب میں بھی رکھی گئی جیسے، حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہما السلام کی محبت، اگر اس جہت سے دیکھا جائے تو حضور ﷺ اس جہت سے بھی حق رکھتے ہیں کہ ان سے پیار کیا جائے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ. "(لوگو) میں تمہارے لیے والد کے درجے میں ہوں"۔ (سنن ابوداؤد:08)

اگر والد ہونے کی حیثیت سے دیکھا جائے تو حضور ﷺ اس جہت سے بھی حق رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ سے محبت کی جائے، والدین اولاد کو دنیا میں لانے کا سبب ہیں اور یہ دنیا حضور ﷺ کے صدقے بنائی گئی۔

۞ ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ

لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے۔

عقلی محبت:

بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ عقل تقاضا کرتی ہے کہ ان سے محبت کی جائے کہ اس کے میرے اوپر احسانات بہت ہیں۔ بتاؤ حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کے احسانات ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا. "تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا"۔ (آل عمران:103)

یعنی: لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مرجاتے تو دوزخ میں پہنچتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم ﷺ کے صدقے دولتِ ایمان عطا کر کے اس تباہی سے بچالیا رسول اللہ ﷺ کا ہمارے اوپر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کے ذریعے ہمیں ایمان کی دولت ملی کتنے ایسے لوگ تھے جنہوں نے زندگیاں گزار دیں اور حضور ﷺ کا انتظار کرتے رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی دولت عطاء فرمائی

۞ شبِ ہجر کی سختیاں کوئی اس سے جاکے پوچھے

تیری راہ تکتے تکتے جسے صبح ہو گئی

لیکن یہ ہمارا مقدر تھا کہ ہم جب پیدا ہوئے تو حضور ﷺ کے غلام تھے ان لوگوں کو بھی دیکھیں جنہوں نے حضور ﷺ کی تلاش میں در در کی ٹھوکریں اور تکالیف برداشت کیں۔

- **حضرت سلمان فارسی کا قبول اسلام:**

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعی اور رحمتِ عالم ﷺ کے صحابی ہونے کا اعزاز حاصل کرنے

والے مشہور صحابیِ رسول، سلمان الخَیر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اِسلام لانے کا واقعہ بہت اہم ہے۔

آپ اصفہان (ایران) کے رہنے والے تھے۔ آباواَجداد آتش پرست تھے۔ آپ ہر وقت آتش کدے کی آگ روشن رکھنے میں مصروف رہتے مگر جلد ہی مجوسیّت سے بیزار ہوگئے اور دینِ حق کی تلاش میں اپنے وطن سے نکل کر شام جا پہنچے، جہاں مختلف دینی و مذہبی راہنماؤں کی صحبت اختیار کی۔ ہر مذہبی راہنما یا تو خود یہ وصیت کردیا کرتا کہ میرے بعد فلاں کے پاس جانا، یا پھر آپ خود پوچھ لیا کرتے کہ اب کس ہستی کی صحبت اختیار کروں؟ جب آپ نے آخری راہِب سے پوچھا تو اس نے کہا: اے حق کے متلاشی بیٹے! اس دنیا میں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کی صحبت میں تمہیں اَمن و سلامتی نصیب ہو، ہاں! اب نبی آخرالزّماں کے ظہور کا وقت قریب ہے جو دینِ ابراہیمی پر ہوں گے، اُس مقام کی جانب ہجرت کریں گے جو دو پہاڑوں کے درمیان ہوگا، جہاں کھجور کے درخت کثرت سے پائے جائیں گے، اُن کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی، وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے۔ راہِب کے انتقال کے بعد آپ نے اِس وصیت کو پیشِ نظر رکھا اور ایک قافلے کے ہمراہ آگے بڑھ گئے۔ راستے میں قافلے والوں کی نیّت بدل گئی اور انہوں نے آپ کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا یوں آپ کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ بالآخر بِکتے بِکاتے مدینہ پہنچ گئے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد، ج:4، ص:56)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے نہ دیا گیا آپ ایک مرتبہ کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجور توڑ رہے تھے کہ خبر سُنی کہ نبی آخرُالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے کے قریب مقامِ قُبا میں تشریف لا چکے ہیں اسی وقت دل بے قرار ہوگیا، فوراً نیچے تشریف لائے اور خبر لانے والے سے دوبارہ یہ روح پرور خبر سننے کی خواہش ظاہر کی یہودی آقا نے اپنے غلام کا تَجَسُّس اور بے قراری دیکھی تو غصے ہوگیا اور ایک زوردار تھپڑ رسید کرکے کہنے لگا: تمہیں ان باتوں سے کیا مطلب؟ جاؤ! دوبارہ کام پر لگ جاؤ، آپ دل پر پتھر رکھ کر خاموش ہوگئے لیکن متاعِ صبر وقَرار تو لُٹ چکا تھا لہٰذا جونہی موقع ملا چند تازہ کھجوریں ایک طَباق میں رکھ کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یہ صدقہ ہے، قبول فرمالیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم کھالو، اور خود تناول نہ کیا۔ آپ نے دل میں کہا: ایک نشانی تو پوری ہوئی، اگلی مرتبہ پھر کھجوروں کا خوان لے کر پہنچے اور عرض گزار ہوئے کہ یہ ہدیہ ہے، قبول فرمالیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کا اشارہ کیا اور خود بھی تناول فرمایا۔ دل میں کہا: دوسری نشانی بھی پوری ہوئی اس درمیان میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان "مُہرِ نَبوَّت" کو بھی دیکھ لیا اس لئے فوراً اسلام قبول کرلیا اور اس دَر کے غلام بن گئے جس پر شاہوں کے سَر جھکتے ہیں۔ (طبقاتِ ابنِ سعد ،ج4، ص58 ملخصاً) (مرأۃ المناجیح،ج8، ص522ملخصاً)

آزادی کیسے ملی؟ آپ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہونے کی وجہ سے غزوۂ بدر و اُحد میں حصہ نہ لے سکے پھر تین سو

کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ چاندی کے بدلے آزادی کا تاج سر پر سجایا اور ایک سرفروش مجاہد کی طرح بعد میں آنے والے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ (تاریخ ابنِ عساکر،ج:21،ص:389،388،ملخصاً)

تو یہ ہمارے اوپر حضور ﷺ کا سب سے بڑا احسان ہے، اور ہمارا مقدر کہ جب ہم پیدا ہوئے تو اسلام کو تلاش نہیں کرنا پڑا بلکہ ہمارے گھر میں حضور ﷺ کا دین تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت سے نوازا اس لئے اگر کسی کے احسانات کی وجہ سے محبت کی جائے تو حضور ﷺ سب سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں کہ ان سے محبت کی جائے کیونکہ جتنے احسانات حضور ﷺ کے اس اُمت پر ہیں کسی انسان کے نہیں۔

غرضی محبت:

انسان کسی سے محبت اس لئے بھی کرتا ہے کہ یہ مشکل وقت میں کام آجائے گا اس لئے اس سے محبت کرو کیونکہ اس سے کام نکلوانے کی اغراض وابسطہ ہوتی ہیں، ہم ذرا سوچیں کہ کیا نزاع اور قبر و حشر سے سخت وقت بھی کوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موت کی سختیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ. "اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی، یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا"۔ (سورہ ق:19)

اگر موت کے اس سخت لمحات میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو جائے تو پھر کوئی مشکل نہ ہو گی۔

تیرا کچھ نہیں جاندا جے کار پا جاوے اک پھیرا
سو کھا نکلے ساہ ظھوری جے ویکھ لوے مکھ تیرا

پھر قبر جو آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے جس پہ حضرت عثمان غنی جیسے جلیل القدر صحابی بھی کھڑے ہو کر روئیں اس قبر میں بھی اسی رسول عربی ﷺ کی ذات کام آئے گی۔ اور پھر حشر میں جب سارے انبیاء بھی لوگوں کو خالی لوٹا دیں گے اس وقت بھی حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی کام آئے گی۔

محبت حُسن کی وجہ سے:

انسان کسی سے محبت اس کے حُسن کی وجہ سے کرتا ہے یہ بھی انسان کی فطرت ہے اگر اس غرض سے دیکھا جائے تو پھر بھی حضور ﷺ اس کا حق رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ سے محبت کی جائے۔ اعلیٰ حضرت بولے:

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا
ایسے پیارے سے محبت کیجئے

حضورﷺ کا حسن کیسا تھا؟نہ تو قلم میں اِتنی سکت ہے کہ حسنِ مصطفٰی کو احاطۂ تحریر میں لا سکے اور نہ زبان ہی میں جمالِ مصطفٰی کو بیان کرنے کا یارا ہے۔ سلطانِ عرب و عجمﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات محاسنِ ظاہری و باطنی کی جامع ہے۔ کائناتِ ارض و سماوات آپﷺ کے حسن کے پَرتو سے ہی فیض یاب ہے اور آپﷺ کی نسبت کے فیضان سے ہی کائناتِ رنگ و بو میں حسن کی خیرات تقسیم ہوتی ہے۔اِسی حقیقت کو حکیم الاُمت علامہ محمداِقبال یوں بیان کرتے ہیں:

ہر کجابینی جہانِ رنگ وبو
آں کہ از خاکش بروید آرزو

یاز نورِ مصطفٰی اُورا بہاست
یاہنوز اندر تلاشِ مصطفٰی است

دُنیائے رنگ و بو میں جہاں بھی نظر دوڑائیں اس کی مٹی سے جو بھی آرزو ہویدا ہوتی ہے،وہ یا تو نورِ مصطفٰی سے چمک دمک رکھتی ہے یا ابھی تک مصطفٰیﷺ کی تلاش میں ہے۔

حقیقت حسن محمدی تک رسائی کسی فرد بشر کی بات نہیں کہ محدود نظر اس کا کماحقہ اِدراک کر ہی نہیں سکتی۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ شمائل اور حلیہ مبارک کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ہر امتی کے دل میں آپﷺ کی ذات سے عشق و محبت کا تعلق پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے اور اس کے شوقِ زیارت کو جِلا ملتی رہے۔ حلیۂ مبارک کا ذکرِ جمیل ہم اس امید پر کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے لئے توشۂ آخرت بن جائے اور ہماری یہ ادنٰی سی کاوش بارگہ ایزدی میں شرفِ قبولیت پا کر ہمارے لئے حضور نبی اکرمﷺ کی شفاعت کا موجب بنے۔

- **چہرۂ اقدس...ماہِ تاباں:**

حضور نبی اکرم کی ذاتِ اقدس قُدرتِ خُداوندی کا شاہکارِ عظیم ہے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے محبوب نبیﷺ کے چہرۂ انور کا ذکر بڑی محبت اور اپنائیت کے انداز میں فرمایا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں تقریباً سترہ ماہ مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔اس پر یہود طعنہ زن ہوئے کہ مسلمان اور ان کا نبی یوں تو ہمارے دین کے مخالف ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے ہی قبلہ کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ یہ بات حضور نبی اکرمﷺ کی طبیعتِ مبارکہ پر گراں گزری اور آپﷺ کے قلبِ اطہر میں تبدیلیء قبلہ کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ اتنی شدت اختیار کر گئی کہ اس کو پورا ہوتا دیکھنے کے لئے دورانِ نماز چہرۂ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ اللہ رب

العزت کو اپنے محبوب بندے کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ عین نماز کی حالت میں تبدیلیٔ قبلہ کا حکم وارد ہوا، جس میں باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کا خصوصی ذکر فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. "اے حبیب! ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے"۔ (البقرہ:144)

ایک اور مقام پر اپنے محبوب ﷺ کے روئے زیبا کا تذکرہ استعاراتی اور علامتی زبان میں انتہائی دلنشین انداز سے کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا: وَ الضُّحٰی وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَک رَبُّک وَ مَا قَلٰی. "قسم ہے چاشت (کی طرح چمکتے ہوئے چہرۂ زیبا) کی۔ اور سیاہ رات (کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں) کی۔ آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہی ہوا ہے"۔ (الضحٰی:1-3)

امام زرقانی تحریر فرماتے ہیں: "ضحیٰ سے مراد آپ ﷺ کا روئے منور اور لَیل سے مراد آپ ﷺ کی مبارک زلفیں ہیں"۔ (زرقاني، شرح المواهب اللدنيه، 8:444)

- **اصحابِ رسول، اوراقِ قرآن اور چہرۂ انور:**

حضور ﷺ کو چلتا پھرتا قرآن کہا گیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چہرۂ انور کو کھلے ہوئے اوراقِ قرآن سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایامِ وصال میں یارِ باوفا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک آقائے کائنات ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور اپنے غلاموں کی طرف دیکھا تو ہمیں یوں محسوس ہوا: كَاَنَّ وَ جْهُهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ. "گویا حضور ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہے"۔ (صحیح بخاری:648)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كان رسول الله ﷺ أحسن الناس وجهاً و أحسنهم خلقاً. "حضور پُر نور، چہرۂ انور اور اپنے اخلاقِ حسنہ کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل ہیں"۔ (صحیح بخاري:3356)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ربیع بنت معوذ سے حضور ﷺ کے شمائل پوچھے تو اُنہوں نے کہا: يابني! لو رأيته رأيت الشمس طالعة. "اے میرے بیٹے! اگر تو ان کی زیارت کرتا تو (گویا حسن و جمال میں) طلوع ہوتے سورج کی زیارت کرتا"۔

(سنن دارمي:61)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک رات چاند پورے جوبن پر تھا اور اِدھر حضور بھی تشریف فرما تھے۔ اُس وقت

آپ ﷺ سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ اُس رات کبھی میں رسول اللہ کے حسنِ طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر: فإذا هو عندي أحسن من القمر. "میرے نزدیک حضور ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے"۔

(جامع الترمذی:2811)

ایک شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کریں، انہوں نے حضور ﷺ کے شمائل بیان کرنے کے بعد فرمایا: "آپ ﷺ کا چہرہ انور خوب روشن تھا" پھر آخر میں کہتے ہیں: لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَه. "میں نے آپ ﷺ جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں"۔ (مسند احمد:1300)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بولے:

- وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي

وَ أَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

- خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

کہ حضور ﷺ جیسا خوبصورت دیکھتے بھی کیسے کسی ماں نے جنم دیا ہوتا تو دیکھتے کہ محمد عربی جیسا دنیا میں آنا ممکن ہی نہیں۔

- حسیناں جمیلاں دا منہ موڑ دتا

محمد بنا کے رب قلم توڑ دتا

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور حضور ﷺ اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ اس حسین منظر کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا، اُس پسینہ کے قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھی، میں اُس حسین منظر کو دیکھ کر مبہوت ہو گئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ما لک یا عائشة بهت؟ "عائشہ! تجھے کیا ہو گیا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے ہیں جن سے نور پھوٹ رہا ہے"۔ (ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ج:3، ص:174)

- **حسن مصطفٰی بزبانِ امِ معبد:**

اس حسن کو ایک خاتون بیان کرتی ہیں ایک بادِیہ نشیں خاتون جن کا نام عاتقہ تھا لیکن اُمِ معبد کے نام سے اُن کی شہرت

تھی۔آپ ایک مہمان نواز خاتون تھیں جو قُدید کے مقام پر ایک خیمے میں اپنی زندگی گزر بسر کرنے کے ساتھ ساتھ قُدید سے گزرنے والے مسافروں کی میز بانی نہایت خوشدلی کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔آقا کریم ﷺ نے اللہ پاک کے حکم سے جب مکہ مکرمہ سے مدینۂ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی تو راستے میں ان کے خیمے کے پاس سے گزرے، بھوک کی شدت تھی حضور ﷺ نے ان سے کہا کہ تمہارے پاس کچھ ہے تو ہمیں پیش کرو۔اس نے کہا: لو کان عندنا شيء ما اعوذکم القریٰ. اگر ہمارے پاس کچھ پیش کرنے کے لئے ہوتا تو ہم عرب لوگ ہیں تو مہمان نوزای فخر سمجھتے ہیں، لیکن اتفاق ایسا ہے کہ اس وقت ہمارے پاس کچھ بھی نہیں کہ جو آپ کو پیش کر سکیں۔

گھر کے ایک کونے میں صرف ایک نہایت کمزور بکری تھی جو کمزوری کے باعث ریوڑ کے ساتھ نہ جا سکی۔ حضور ﷺ نے اُمِ معبد سے اس بکری کا دُودھ دوہنے کی اجازت لی کہ اگر تم کہو تو اس کا دودھ دوہ لیں۔اس نے کہا اس کی تو ہڈیوں میں گودا نہیں کھیری میں دودھ کہاں سے ہوگا؟ اگر چلنے کے قابل ہوتی تو ریوڑ کے ساتھ نہ چلی جاتی۔ حضور ﷺ نے کہا اگر تم کہو تو ہم دودھ دوہ لیں؟ اس نے کہا: اگر یہ بکری دودھ دے دے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق آگے بڑھ کر بکری کو کھولا۔ حضور نے دستِ برکت، دستِ رحمت، دستِ فیض اس بکری کی پشت پر پھیرا۔کہتے ہیں کہ اس نے اپنی ٹانگیں چوڑی کر دیں اس کی کھیری میں دودھ اُتر آیا۔اللہ اکبر!، فرمایا: برتن لاؤ، اس نے برتن پیش کئے حضور دودھ دوہنے لگے یہاں تک کہ گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے۔ حضور نے خود پیا، حضرت عامر بن فہیرہ نے بھی پیا، حضرت ابو بکر صدیق نے بھی پیا اور اُمِ معبد نے خود بھی پیا اور اپنے بچے کو بھی پلایا۔گھر کے سارے برتن بھر گئے لیکن ابھی بھی بکری کے تھنوں میں دودھ موجود تھا۔ حضور ﷺ نے دعائے برکت دی اور وہاں سے تشریف لے گئے۔اُمِّ مَعْبَد کا شوہر بکریاں چرانے کے بعد گھر واپس آیا تو اپنی کچی کلی پر نور برستا دیکھا:

❁ چند لمحوں کے لئے ٹھہرے تھے تم جس پیڑ کے نیچے

سنا ہے آج تک اس پیڑ کا سایہ مہکتا ہے

اپنی کچی کلی پر نور برستا دیکھا تو پوچھا کہ آج ہمارے گھر میں یہ اجالے کیسے؟ تو اِمِ معبد نے بتایا کہ آج ہمارے گھر میں ایک بابرکت مہمان آیا تھا۔اس نے پوچھا کہ وہ مہمان کیسا تھا؟ تو اِمِ معبد نے جو کہا وہ ایک طویل حدیث مبارکہ ہے لیکن میں صرف دو لفظ اِمِ معبد کے آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔اِمِ معبد نے اپنے شوہر سے کہا: رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرَ الوَضَاءَةِ، أَبْلَجَ الوَجْهِ، حَسَنَ الخَلْقِ. ام معبد نے حضور ﷺ کے حسن کی ایک لمبی کہانی بیان کی کہ "وہ بڑا سوہنا تھا، بڑا خوبصورت تھا اس کا قد اٹھا ہوا تھا

اس کی آنکھیں خوبصورت تھیں"۔

اس نے جو دو جملے کہے ان پر آپ کی توجہ چاہوں گا۔اور آپ یہ جملے اپنی روحوں تک اترتے ہوئے محسوس کریں گے۔اس نے کہا میرے شوہر کیا بتاؤں کہ وہ کیسا تھا؟اس نے کہا:أَجْمَلُ النَّاسِ وَأَبْهَاهُ مِنْ بَعِيدٍ،وَأَحْسَنُهُ وَأَجْمَلُهُ مِنْ قَرِيبٍ. "وہ اتنا سوہنا تھا کہ جب دور سے آ رہا تھا تو سوہنا لگتا تھا جب قریب آیا تو اور سوہنا لگتا تھا"۔

(المستدرك على الصحيحين :ج05،ص372،رقم الحديث،4318،شاملہ)

کیا کمال اس نے حضور کے حسن کا نقشہ کھینچا۔کچھ لوگ دور سے اچھے لگتے ہیں لیکن قریب آجائیں، نقوش واضح ہو جائیں تو پھر اتنے اچھے نہیں لگتے۔لیکن حسنِ تمام یہ ہوتا ہے کہ دُور سے بھی سوہنا لگے اور قریب سے بھی سوہنا لگے۔

اچھا اگر آپ کی توجہ ہو تو وہ صورت بیان کرتے کرتے سیرت بھی بیان کر گئی،کچھ لوگ دور سے بھلے لگتے ہیں لیکن قریب ہو کر دیکھو تو اچھے نہیں لگتے۔کاروبار کر کے دیکھو،رشتہ داری کر کے دیکھ لو:

۞ اس کے لہجے میں برف تھی لیکن

چھو کے دیکھا تو ہاتھ جلنے لگے

کچھ لوگ دُور سے اچھے لگتے ہیں لیکن قریب ہو کر دیکھو تو اچھے نہیں ہوتے۔اس نے کہا میرے شوہر میں کیا بتاؤں وہ کیسا تھا!دُور تھا تو پھر بھی سوہنا لگتا تھا،قریب آیا شرم سے نظریں جھکی ہوئی تھی پھر بھی سوہنا تھا۔

اچھا اس کی میں ایک اور بھی تشریح کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ :اس نے کہا دور سے بھی سوہنا اور قریب سے بھی سوہنا تھا، جنہوں نے دور سے دیکھا انہوں نے بھی سوہنا کہا اور جنہوں نے قریب سے دیکھا انہوں نے بھی سوہنا کہا۔

جنہوں نے قریب سے دیکھا انہوں نے کہا: كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرٰى قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ. یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے پاس کھڑے ہو کر دیکھا اور جنہوں نے چودہ صدیوں کے فاصلے پر کھڑے ہو کر دیکھا انہوں نے کہا:

۞ مکھ چن بدر شاہ شانی اے متھے چمکدی لاٹ نورانی اے

کالی زلف تے اکھ مستانی اے مخمور اکھی ہن مد بھریاں

جنہوں نے قریب سے دیکھا انہوں نے کہا: كَانَ رَسُولُ اللهِ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ، إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ. یہ حضرت عبد اللہ بن عباس تھے۔فرماتے ہیں **"رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانت کشادہ تھے،جب آپ گفتگو فرماتے تو ایسے معلوم ہوتا کہ آپ کے دو دانتوں سے نور برس رہا ہے"**۔(مشكوة المصابيح:رقم الحديث،5797)

اور جنہوں نے چودہ صدیوں کے فاصلے پر بریلی میں کھڑے ہو کر دیکھا۔انہوں نے کہا:

بلبل نے گل اُن کو کہا، قمری نے سروِ جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر، کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہوا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

تو کہا قریب سے بھی سوہنا تھا دُور سے بھی سوہنا تھا۔ اُمِ معبد کو حضور کا نام پوچھنا یاد نہ رہا۔ اس نے اپنے طور پر نام رکھ لیا **"مبارک"**۔ اس نے کہا ہمارے گھر میں مبارک آیا تھا۔ اُمِ معبد تذکرہ سنا رہی ہے حضور ﷺ کا، تو ساتھ بچہ بولتا ہے امی یہ بھی تو بتاؤ نا کہ اس نے بکری کی پشت پر ہاتھ کیسے پھرا تھا۔ اللہ اکبر!

ہوتا یہ ہے کہ ابو معبد کہتا ہے کہ تم نے مجھ سے زیادتی کی ہے، تم نے مجھے بھی بلا لیا ہوتا مبارک کی زیارت میں بھی کر لیتا۔ اب میں بکریاں لے کر دُور نہیں جایا کروں گا۔ جب کبھی دوبارہ مبارک آئے تو مجھے بھی بلا لینا۔ شام کو ابو معبد بکریاں لے کے گھر آتا ہے تو اُمِ معبد کھانا لے کر آتی ہے تو ابو معبد کہتا ہے کھانا بعد میں کھائیں گے پہلے مبارک کی باتیں سناؤ۔ روزانہ شام کو ان کے گھر میں مبارک کی باتیں ہوتی ہیں۔

اگر میں سادہ لہجے میں کہوں، محبت کے لہجے میں کہوں، سنی لہجے میں کہہ دوں تو روزانہ ان کے گھر میں محفلِ میلاد ہوتی ہے۔ حضور کے حسن کا تذکرہ ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے باتیں بعد میں کریں گے پہلے مبارک کی باتیں سناؤ اور کبھی بچہ بھی بولتا ہے۔ اب ابو معبد کو بڑا انتظار تھا کہ کبھی مبارک دوبارہ پلٹ کر ان راہوں سے گزرے۔ وقت گزرتا گیا۔ امِ معبد ایک دن سودا سلف لینے کیلئے بازار گئی تو سودا نہ ملا تو مدینۃ الرسول چلی گئی اور ساتھ بچہ بھی تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق بازار سے گزر رہے تھے اس بچے نے دیکھ لیا۔ اب اس بچے کے جو لفظ ہیں اس سے اسکی جزباتیت کا اندازہ لگائیں۔ جب اس نے حضرت ابو بکر صدیق کو دیکھا تو یہ تو پہلے ہی اس دن سے راہیں دیکھ رہے تھے کہ مبارک کدھر گیا، واپس پلٹ کے نہیں آیا۔ جب اچانک حضرت ابو بکر صدیق کو دیکھا تو ماں کو پکار کر کہا: يَا أُمَّه هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْمُبَارَكِ. **"امی یہ وہی ہے جو اس دن مبارک کے ساتھ تھا"**۔ اُمِ معبد نے دیکھا تو دوڑ کو حضرت ابو بکر صدیق کے پاس چلی گئیں۔ کہا مبارک کہاں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق کہنے لگے کون مبارک؟۔ چونکہ اُمِ معبد نے حضور کا نام مبارک تو خود ہی رکھا تھا۔ کہا وہی جس نے بکری کی پشت پر ہاتھ پھیرا تھا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق فرمانے لگے۔ آؤ تمہیں مبارک کے ڈیرے پر لے چلوں۔ حضور مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جب حضور کا چہرۂ مبارک سامنے آتا ہے تو بیٹا پھر پکارتا ہے: امی وہ دیکھو مبارک بیٹھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھے جا کر اور ایمان کی دولت سے شرف

یاب ہوئے۔

واپس جب پلٹے نا! تو شام کو ابو معبد گھر آنے لگا تو ماں کہتی ہے تیرے باپ کو میں بتاؤں گی کہ ہم مبارک کو مل آئے ہیں، لیکن بچہ کہتا ہے کہ امی پہلے تو میں نے دیکھا تھا میں بتاؤں گا ابو کو کہ ہم مبارک کا پتہ ڈھونڈ آئے ہیں۔ اور جب ابو معبد گھر پلٹا تو قبل اس سے کہ یہ دونوں بتاتے خود ہی بول پڑا: آج کلی پھر مہک رہی ہے، آج تمہارے چہرے پھر چمک رہے ہیں، تم نے مجھے بلایا کیوں نہیں؟ وہ مبارک پھر آیا تھا؟ کہا مبارک تو نہیں آیا تھا ہم مبارک کا ڈیرا دیکھ آئے ہیں۔ کہاں رہتا ہے؟ کہا وہی ہے جسے دنیا محمد کہتی ہے اسے ہم مبارک کہتے ہیں۔

یہ بکری اس خاندان کے پاس کب تک رہی تاریخ اس حوالے سے خاموش ہے۔ تاریخ ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ یہ بکری **"عام الرمادہ"** تک زندہ رہی۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک سال آیا جب قحط پڑا۔ اور اس وقت کہیں سے پانی کی دو بوند میسر نہیں آتی تھیں، لیکن اُم معبد کے ڈیرے سے بکری کا دودھ مل جاتا تھا۔ تو وہ بکری **"عام الرمادہ"** تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی اس لئے کہ حضور کا دستِ نور جو اس بکری پر آیا تھا۔ (طبقات ابنِ سعد:ج08،ص413)

اور ام معبد نے دو لفظوں میں حضور کے حسن کو بیان کیا کہا میرے شوہر کیا بتاؤں: وہ دُور سے بھی سوہنا تھا اور قریب آیا تو اور بھی سوہنا تھا۔ اللہ اکبر!

تو حضور کو اللہ نے وہ حسن دیا وہ جمال دیا جو صرف آپ کا ہی مقسوم ٹھہرا۔

محبتِ رسول اور اس کے عملی تقاضے

ہر چیز سے بڑھ کر حضور ﷺ سے پیار:

رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کا تقاضا بھی ہے اور کامل ایمان کی علامت بھی ہے اس محبت کے بغیر ایمان نامکمل ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ. "تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو (انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے"۔ (توبہ:24)

ایک آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ. "ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں"۔ (البقرہ:165)

حضورﷺ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی: لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِي. "یارسول اللہﷺ آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں"۔ آپﷺ نے فرمایا: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتّٰى اَكُونَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ. "نہیں عمرُ! اس ربّ کریم کی قسم! جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے! (تمہاری محبت اس وقت تک کامل نہیں ہوگی) جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی: وَاللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِي. "یارسول اللہﷺ! خدا پاک کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں"۔ یہ سُن کر حضورﷺ فرمایا: اَلْآنَ يَا عُمَرُ. (اے عمرُ! اب تمہاری محبّت کامل ہو گئی۔ (صحیح بخاری:6633)

اطاعتِ رسول:

یہ مذکورہ آیات ہم پر واضح کرتی ہیں کہ ہماری ساری محبتیں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہونی چاہئیں لیکن اللہ اور اس کے رسولﷺ سے محبت کا عملی تقاضا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. "اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی حضورﷺ کی اتباع کرنے والا ہو اور حضورﷺ کی اطاعت اختیار کرے، اطاعت کے بغیر محبت محض دعویٰ اور ریاء ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: لا يُؤمِن ، أحدُكُم حتَّى يكونَ هواهُ تَبَعًا لما جئتُ بِهِ. "تم میں کوئی بھی اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس ان احکام کے تابع نہ ہو جائے جن کو میں لے کر آیا ہوں"۔ (المدخل إلى السنن الكبرى:209)

- **انصاری صحابی نے مکان گرادیا:**

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نکلے تو آپ نے ایک اونچا قبہ دیکھا تو آپ نے یہ پوچھا یہ کیا ہے؟ تو آپ کو

آپ کے اصحاب نے بتایا یہ انصار کے فلاں آدمی کا ہے تو آپ خاموش رہے اور اس بات کو اپنے جی میں اٹھائے رکھا حتی کہ جب اس قبے کا مالک رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا لوگوں میں آپ پر سلام کہتے ہوئے تو آپ نے اس سے منہ موڑ لیا اس نے چار مرتبہ ایسا کیا حتی کہ اس آدمی نے آپ میں غضب، غصہ اور اس سے منہ موڑنے کو محسوس کر لیا تو اس نے اس چیز کا آپ کے اصحاب کے پاس شکوہ کیا تو کہا اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کو اجنبی سا پاتا ہوں تو انہوں نے کہا آپ نکلے تو آپ نے تیرا قبہ دیکھا تو وہ آدمی اپنے قبے کی طرف لوٹا اور اسے گرا دیا حتی کہ زمین کے ساتھ ہموار کر دیا پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ تو آپ نے اسے نہ دیکھا تو آپ نے پوچھا اس قبے کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا اس کے مالک نے ہمارے پاس آپ کے اس سے منہ موڑ لینے کا شکوہ کیا تو ہم نے اسے بتایا تو اس نے قبے کو گرا دیا تو آپ نے فرمایا توجہ سے سن لو ہر عمارت اس کے مالک پر وبال ہے مگر وہ جس سے نہ ہو مگر وہ جس سے نہ ہو یعنی جس سے کوئی چارہ نہ ہو"۔ (سنن ابن ماجہ:316)

اس حدیث سے یہ درس ملتا ہے کہ جو چیز حضور ﷺ کو ناپسند تھی صحابہ بھی اس کو ناپسند کرتے تھے کیا ہماری محبت کا یہ معیار ہے کہ ایسی اطاعت رسول کریں؟ ذرا سوچئے تو سہی کیا ہم کو اپنی زندگی میں اللہ کا دین اور نبی ﷺ کا طریقہ اچھا لگتا ہے۔ ہمارا دعویٰ تو مسلمان ہونے کا ہے لیکن اللہ و رسول سے ہماری وابستگی زبانی ہے۔ ہم سب سے زیادہ مرعوب مغرب سے ہیں۔ ہم سب سے زیادہ مرعوب فحش اور بری باتوں سے ہیں۔ ہمارا رہن سہن اور طرزِ زندگی، ہماری جوانیاں اور ہمارا معاشرہ اور ہمارا سماج سب مغربی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ ہمارا لباس مغربی اور ہماری تہذیب غیر اسلامی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟

نسبتِ مصطفیٰ کا احترام:

یہ انسان کی فطرت ہے کہ اسے جس انسان سے محبت ہوتی ہے انسان اس بندے سے منسوب ہر چیز سے محبت کرتا ہے۔

- **مجنوں کا کتے کے پاؤں چومنا:**

ایک دفعہ مجنوں ایک کتے کو دیکھتے ہی اس کے قدموں پر گر پڑا۔ وہ کتے کے پاؤں چومنے لگا۔ ایک شخص نے یہ منظر دیکھ کر کہا! ارے مجنوں: یہ کیا کر رہے ہوں، تمھیں معلوم نہیں کہ کتا ناپاک ہے، مردار خور ہے، ہوش کرو۔ مجنوں نے جواب دیا: تمھیں کیا معلوم یہ کتا کون ہے؟

پائے سگ بوسیدہ مجنوں خلق گفتنی! چہ بود

گفت! گاہے گاہے ایں در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

یہ کتا کبھی کبھی میری محبوب لیلیٰ کی گلی سے گزرتا ہے۔ اس کے پاؤں کو میری محبوب کی گلی سے نسبت ہے۔ لہذا مجھے اس

کے پاؤں کے تلووں سے بھی پیار ہے۔(حکایات رومی حصہ اول،ص:111،ط،انجمن ترقی اردو،ھند)

اس لئے ہم بھی ہر وہ چیز جس کو حضور ﷺ سے نسبت ہے اور جس سے حضور ﷺ پیار کرتے تھے اس سے محبت کریں بلخصوص حضور ﷺ کی امت سے پیار کریں کیوں کہ حضور ﷺ اپنی امت سے بہت محبت کرتے تھے۔

- **بروزِ قیامت فکرِ اُمّت کا انداز :**

حضور ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام سونے کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے، میرا منبر خالی ہو گا کیوں کہ میں اپنے رب کے حُضُور خاموش کھڑا ہوں گا کہ کہیں ایسا نہ ہو اللہ پاک مجھے جنَّت میں جانے کا حکم فرمادے اور میری اُمّت میرے بعد پریشان پھرتی رہے۔ اللہ پاک فرمائے گا: اے محبوب! تیری اُمّت کے بارے میں وُہی فیصلہ کروں گا جو تیری چاہت ہے۔میں عرض کروں گا: اَللّٰھمَّ عَجِّلْ حِسَابَھم. "یعنی اے اللہ! ان کا حساب جلدی لے لے کیونکہ میں انہیں اپنے ساتھ جنت میں لے کر جانا چاہتا ہوں"۔ میں یہ مسلسل عرض کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے دوزخ میں جانے والے میرے اُمتیوں کی فہرست دے دی جائے گی۔ جو جہنم میں داخِل ہو چکے ہوں گے میں ان کی شفاعت کرتے ہوئے انہیں جہنم سے باہر نکالتا جاؤں گا یہاں تک کہ ایک ایک کر کے سب کو باہر نکال لاؤں گا، اب میری اُمّت کا کوئی بھی فرد عذابِ الٰہی میں نہیں ہو گا۔(کَنْزُ الْعُمّال:39111)